احسن الاقوال کی تاریخی اور سماجی اہمیت

محمد اسلم

مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں حضرت برہان الدین غریب کے ملفوظات پر مشتمل احسن الاقوال کے عنوان سے ایک نادر مخطوطہ محفوظ ہے۔[1] اس مخطوطہ کے ۹۷ ورق ہیں۔ اسے ۷۳۸ھ/۱۳۳۷ء میں حضرت برہان الدین غریب کے ایک مرید حماد بن عماد کاشانی نے مرتب کیا تھا۔ موجودہ دور کے تاریخ دانوں کو قدیم مؤرخین سے یہ گلہ رہا ہے کہ ان کی لکھی ہوئی تاریخیں صرف سلاطین اور بادشاہوں کے گرد گھومتی ہیں اور ان میں سے بعض تاریخیں تو شاہی دربار کا روز نامچہ بن کر رہ گئی ہیں۔ ان مؤرخین نے عوام کی مذہبی اور سماجی حالت کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ اس کمی کو صوفیاء کرام کی خانقاہوں میں مرتب ہونے والے ملفوظات نے کافی حد تک پورا کیا ہے۔ احسن الاقوال میں قرون وسطیٰ کے خانقاہی نظام اور صوفیہ اور عوام کی معاشرتی اور سماجی زندگی پر جس انداز سے قلم اٹھایا گیا ہے، اس کی نظیر اور کسی بزرگ کے ملفوظات میں نہیں ملتی۔

صاحب ملفوظات

حضرت برہان الدین غریب، سلطان المشائخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے انہیں "صاحب شوق و ذوق" لکھا ہے[2]۔ اس عہد کے اہل علم اور مشائخ کے

۱۔ یونیورسٹی کلکشن فارسیہ، مذہب، تصوف نمبر ۳۱۸۔

۲۔ عبدالحق محدث، اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ، ص ۹۳

ساتھ ان کے دوستانہ مراسم تھے ۔ امیر خسرو اور امیر حسن علاسجزی جیسے با کمال حضرات ان کے دوستوں میں شمار ہوتے تھے[۱] ۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے ساتھ ان کے برادرانہ تعلقات تھے ۔

حضرت برہان الدین کو حضرت سلطان المشائخ کے ساتھ اس قدر عقیدت تھی کہ انہوں نے مدت العمر کبھی غیاث پور (بستی حضرت نظام الدین) کی طرف پشت نہیں کی ۔[۲]

ایک بار موصوف حضرت نظام الدین اولیا کے جماعت خانہ میں بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے کمبل تہ کرکے اس پر ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گئے ۔ سلطان علاء الدین خلجی کے اعزاء میں سے ملک نصرت اور علی زنبیلی نے حضرت سلطان المشائخ سے اس کا ذکر کیا تو حضرت بے حد ناراض ہوئے ۔ انہوں نے فوراً اپنے خادم خاص اقبال سے کہا ۔ کہ برہان الدین سے کہو کہ وہ فوراً یہاں سے چلا جائے ۔ حضرت برہان الدین پریشان ہو کر اپنے گھر چلے گئے ۔ جب ان کے احباب کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو وہ ان کے پاس اظہار افسوس کے لیے جانے لگے ۔ کئی روز بعد امیر خسرو اپنے گلے میں دستار ڈال کر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں معاف دلوائی[۳] ۔

حضرت برہان الدین غریب سات صد درویشوں کے ہمراہ دکن کی طرف روانہ ہوئے ۔ وہ درویش انہیں پالکی میں بٹھا کر دکن لے گئے ۔ دکن کی تاریخ میں ''پالکی کی آمد'' بڑی اہمیت کی حامل ہے[۴] ۔ حضرت برہان الدین کے نام نامی کی مناسبت سے برہان پور کی بنیاد رکھی گئی اور یہ شہر مدتوں تک خاندیش کے فاروقی سلاطین کا پایہ تخت رہا ۔

حضرت برہان الدین اور ان کے ساتھیوں نے دکن کی سر زمین میں اسلام کی تبلیغ میں بڑی سر گرمی دکھائی ۔ ان کا انتقال ۷۳۸ھ/۱۳۳۷ء میں ہوا[۵] ۔ ''نور عشق بود'' اور ''اولیاء خاص'' سے ان کی تاریخ وفات

۱۔ عبدالحق محدث ، ص ۹۳-۹۴ ''فضلائے زمانہ مثل امیر خسرو و امیر حسن و خوش طبعان دیگر اسیر محبت او بودند'' ۔

۲۔ ایضاً ، ص ۹۴ ۳۔ ایضاً ۔

۴۔ شیخ محمد اکرام ، آب کوثر ، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء ، ص ۳۱۳

۵۔ ایضاً ، ص ۳۱۲ ۔

نکلتی ہے ۔ حضرت کا مزار اورنگ آباد سے سترہ اٹھارہ میل کے فاصلہ پر خلد آباد میں واقع ہے ۔ سڑک کے بائیں جانب ایک چار دیواری کے اندر حضرت برہان الدین محو خواب ابدی ہیں ۔ اسی احاطۂ قبور میں ریاست حیدر آباد کا بانی نظام الملک آصف جاہ اول اور ناصر جنگ شہید مدفون ہیں - حضرت برہان الدین کی درگاہ کے بالمقابل ایک ایسی ہی چار دیواری کے اندر شیخ زین الدین کا مزار ہے اور وہیں اورنگ زیب عالمگیر ، شہزادہ اعظم اور امیر حسن علاسجزی کی قبریں ہیں -

جامع ملفوظات

جامع ملفوظات نے متن میں دو جگہ اپنا نام حماد بن عماد کاشانی تحریر کیا ہے ۔ ایک جگہ اس نے اپنے ایک بھائی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

برادرم مجمع الادب قدوۃ الاکتساب خواجہ رکن الدین کاشانی[1]

ایک موقع پر اس نے اپنے دوسرے بھائی کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے :

برادرم صدر الافاضل خواجہ برہان الدین کاشانی[2]

اس کا ایک تیسرا بھائی بھی تھا جس کا نام خواجہ مجد الدین کاشانی تھا ۔ جامع ملفوظات نے اس کے نام سے پہلے ''قدوۃ البلغاء'' لکھا ہے[3] ۔ مؤخر الذکر دونوں بھائی حضرت برہان الدین غریب سے بیعت تھے[4] ۔

احسن الاقوال کی اہمیت

حماد کاشانی نے جس محنت اور کاوش کے ساتھ احسن الاقوال کو مرتب کیا ہے ، اس کی مثال ملفوظات نویسی کی تاریخ میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی ۔ اس عہد میں مرتب ہونے والے ملفوظات میں قصے کہانیوں

۱۔ احسن الاقوال ، ورق ۱۰ الف

۲۔ ایضاً ، ورق ۷ الف

۳۔ ایضاً ، ورق ۷ ب ۔

۴۔ ایضاً ۔

کی بھر مار ہے لیکن حماد کاشانی نے اس پرانی ڈگر سے ہٹ کر قلم اٹھایا ہے اور اس نے اسے خانقاہی نظام کا دستور العمل بنا دیا ہے۔

حضرت برہان الدین غریب کی عمر کا بیشتر حصہ حضرت سلطان المشائخ کی صحبت میں گزرا تھا، اس لیے احسن الاقوال میں سلطان المشائخ کے بارے میں اہم معلومات ملتی ہیں۔ افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ سلطان المشائخ کے سوانح نگاروں میں سے کسی نے بھی اس تصنیف سے استفادہ نہیں کیا، حالانکہ حضرت برہان الدین غریب بہت سے واقعات کے عینی شاہد ہیں۔ اسی طرح انہوں نے سلطان المشائخ سے بابا فرید الدین گنج شکر کے بارے میں کئی باتیں سنی تھیں، انہیں بھی سند کا درجہ حاصل ہے۔ اس لیے بابا صاحب کا کوئی سوانح نگار احسن الاقوال سے پہلو تہی نہیں کر سکتا۔

اگر کسی شخص نے اس عہد کی چشتی خانقاہ میں رہنے والے درویشوں کے شب و روز کے آداب و مشاغل کا مطالعہ کرنا ہو، تو اُسے احسن الاقوال سے بہتر کتاب نہیں مل سکتی۔

حماد کاشانی نے احسن الاقوال میں حضرت برہان الدین غریب کے ۲۹ اقوال مختلف عنوانات کے تحت نقل کئے ہیں۔ جہاں کہیں حضرت کا ذکر آتا ہے، فاضل مرتب ان کے نام کے بعد ''طیب اللہ قبرہٗ باحسن الطیب'' کے دعائیہ کلمات ضرور لکھتا ہے۔

قول اول: حماد کاشانی نے قول اول پر ''روشنہائے اصحاب طریقت و سنن ارباب طریقت'' کا عنوان لگایا ہے۔ اس کے تحت موصوف لکھتے ہیں کہ حضرت برہان الدین فرمایا کرتے تھے کہ جب مرید پیر کے پاس موجود ہو تو اس کے لیے پیر کے مشاہدہ سے بڑھ کر اور کوئی مشغولیت نہیں ہونی چاہیئے۔ اُسے اسے ہی سب سے بڑا شغل سمجھنا چاہیئے۔ اگر مرید کہیں دور رہتا ہو اور اُسے پیر کی صحبت میسر نہ ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ تصوف کی کسی کتاب کے چند صفحات روز پڑھ لیا کرے[1]۔

حضرت برہان الدین فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص دن میں ۷۵ بار سورۂ الم نشرح پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دے گا۔

۱- احسن الاقوال، ورق ۷ الف

قرون وسطیٰ میں مسافر عموماً سراؤں یا خانقاہوں میں قیام کیا کرتے تھے - حضرت فرماتے ہیں کہ مسافر کا حق لنگر میں تین دن تک ہے - اس کے بعد اُسے کوئی کام کرنا چاہیئے - وہ یا تو ہمہ تن عبادت میں مشغول ہو جائے یا لنگر میں ہاتھ بٹائے یا وہاں سے رخصت ہو جائے [۱]۔

حضرت اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص کسی درویش کی ملاقات کو جائے تو جیسا وہ درویش کرے ویسا ہی ملاقاتی بھی کرے - اگر درویش قیلولہ کر رہا ہو تو ملاقاتی بھی وہاں جا کر لیٹ جائے - اگر وہ عبادت میں مشغول ہو تو یہ بھی وہاں جاتے ہی عبادت میں مشغول ہو جائے - اسی طرح اگر درویش عمارت تعمیر کر رہا ہو تو زائر بھی اس کام میں اس کا ہاتھ بٹائے - [۲]

اگر کوئی درویش کسی کو گھڑا ، کوزہ یا لوٹا دینا چاہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ خالی نہ دے - اسی طرح اگر کوئی شخص کسی درویش کے لیے طشت یا چھاگل لے جائے تو اس میں کوئی چیز ضرور ڈال لے - اگر کوئی چیز میسر نہ ہو تو تازہ پھل ، خربوزہ یا کھیرہ ہی رکھ لے - اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر ان میں ایک سکہ ہی رکھ کر لے جائے - [۳]

حضرت فرماتے ہیں کہ درویش کو کسی سے دستانے اور سونے یا چاندی کی انگوٹھی قبول نہیں کرنی چاہیئے - جب حماد کاشانی کے دو بھائی حضرت سے بیعت ہوئے تو انہوں نے اپنی طلائی انگوٹھیاں حضرت کی خدمت میں پیش کیں - حضرت نے فرمایا کہ انہیں بیچ کر جو رقم ملے اُسے حضرت سلطان المشائخ کے ایصال ثواب کے لیے خرچ کر دیں - [۴]

درویش کو چاہیئے کہ وہ کسی کی امانت نہ رکھے اور نہ کسی کا ضامن ہی بنے - اسی طرح وہ کسی دستاویز پر اپنی گواہی نہ ڈالے - اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ نیکی کرے تو احسان مند جواب میں جزاک اللہ ضرور کہے - ایک روز خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا مجاور سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا - اس نے عرض کیا کہ لوگ اُسے چیزیں دیتے

۱- احسن الاقوال ورق ۷ الف
۲- ایضاً ، ورق ۶ ب
۳- ایضاً ، ورق ۱۱ ب
۴- ایضاً ، ورق ۷ ب

ہیں وہ ان کے حق میں کیا کیا کرے ؟ سلطان جی نے فرمایا کہ اگر وہ جزاک اللہ کہہ دیا کرے تو حق ادا ہو جائے گا ۔[1]

حضرت برہان الدین غریب فرماتے ہیں کہ ایک روز سلطان جی استراحت فرما رہے تھے کہ ایک مسافر آیا اور خدام سے کہنے لگا کہ اس نے گھوڑا خریدا ہے اور وہ اس خوشی میں کچھ رقم سلطان جی کی نذر کرنا چاہتا ہے ۔ خدام نے کہا کہ وہ تو اس وقت آرام فرما رہے ہیں لہذا وہ رقم انہیں دے دے ۔ اس نے وہ رقم حاضرین میں بانٹ دی ۔ اتفاق سے چند روز بعد اس کا گھوڑا کھو گیا ۔ وہ پریشان حال سلطان جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام قصہ انہیں سنایا ۔ حضرت نے فرمایا جن لوگوں نے اس سے روپے لئے تھے ان سے کہیے گھوڑا لا کر دیں ۔ حاضرین نے کہا کہ انہیں کیا خبر کہ گھوڑا کہاں ہے ؟ اس پر حضرت نے فرمایا کہ درویش کسی کی چیز ضائع نہیں کرتے ۔ اگر انہیں کوئی ایک جیتل دے تو وہ اس کا دس جیتل کا کام کرتے ہیں ۔ تب کہیں اس جیتل پر ان کا حق بنتا ہے[2] ۔

ایک روز ایک شخص نے سلطان جی کی خدمت میں ایک تنکہ پیش کیا ۔ اتفاق سے چند ہی روز بعد وہ شخص بیمار ہوگیا ۔ حضرت کو جونہی اس کی علالت کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اس کا دیا ہوا تنکہ اب تک ان کے دل میں اٹکا ہوا ہے لہذا اس کے لیے دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اسے صحت عطا فرمائے[3] ۔

حضرت برہان الدین غریب فرماتے ہیں کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ پیر اپنے مرید کے اور استاد اپنے شاگرد کے سامنے کھڑا نہ ہو ۔

دہلی میں عماد الدین تیر گر نام کا ایک شخص رہتا تھا اور اسے حضرت بہاء الدین زکریا کے ساتھ بڑی عقیدت تھی ۔ ایک روز ایک شخص دہلی سے ملتان جا رہا تھا ۔ عماد الدین نے اس کے ہاتھ حضرت زکریا کے لئے نقدی روانہ کی ۔ جب وہ شخص اجودھن پہنچا تو بابا فرید الدین سے بھی ملا ۔ اس نے بابا صاحب سے کہا کہ عماد الدین نے جو نقدی اُسے

۱- احسن الاقوال ، ورق ۸ ب
۲- ایضاً ، ورق ۹ الف
۳- ایضاً ۔

دی ہے ، وہ بابا صاحب لے لیں ۔ وہ حضرت زکریا کی خدمت میں کوئی اور چیز پیش کر دے گا ۔ اس پر بابا صاحب نے فرمایا کہ وہ راستے میں رہزن بن کر نہیں بیٹھے ۔ جب وہ کسی دوسرے کو نقدی دینے کی نیت کرکے چلا ہے تو وہ اسے کیوں کر قبول کر لیں[1] ۔

حضرت برہان الدین کے زمانے میں درویش کے لیے سب سے معتبر قسم یہ تھی کہ وہ اپنے شیخ کے مصلے پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائے ۔[2]

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک مرید جب سفر سے واپس آئے تو پہلے اپنے شیخ سے ملنے جائے ، پھر اپنے گھر جائے ۔ اسی طرح جب سفر پر روانہ ہو تو اپنے اہل خانہ سے وداع ہو کر شیخ کی خدمت میں حاضری دے اور وہیں سے سفر پر روانہ ہو جائے[3] ۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت نظام الدین نے شیخ نصیر الدین محمود اودھی کو اودھ جانے کے لیے وداع کیا تو انہوں نے کسی سے کہا کہ ان کی قیام گاہ پر جو گھوڑا بندھا ہوا ہے اُسے فلاں جگہ پہنچا دے کیونکہ شیخ سے وداع ہونے کے بعد اپنی قیام گاہ پر جانا ادب کے منافی ہے[4] ۔

حضرت فرماتے ہیں کہ اگر دو آدمی مل کر ایک ہی برتن میں کھانا تناول کر رہے ہوں اور ان میں سے کوئی کسی کام کے لیے اٹھ جائے تو دوسرے کو چاہیئے کہ وہ بھی اتنی دیر کے لیے کھانے سے ہاتھ کھینچ لے[5] ۔

حضرت فرماتے ہیں کہ شیخ کو مرید کی تربیت صرف اللہ کی خوشنودی کی خاطر کرنی چاہیے ۔ شیخ میں لالچ اور بخل نہیں ہونا چاہیے ۔ اگر خدا اُسے القا کرے کہ فلاں نعمت فلاں مرید کو دے دے تو اس میں بخل سے کام نہ لے[6] ۔

۱۔ احسن الاقوال ، ورق ۸ ب
۲۔ ایضاً ، ورق ۹ الف
۳۔ ایضاً ،
۴۔ ایضاً ۔
۵۔ ایضاً ، ورق ۱۰ ب
۶۔ ایضاً ۔

اگر شیخ کی خانقاہ میں مسافر آ کر ٹھہرے تو خادم کو چاہیے کہ اُسے پانی کی جگہ اور قدمچا (بیت الخلا) دکھا دے ۔ ادب کا یہ تقاضا ہے کہ مسافر خانقاہ سے بازار جائے تو واپسی پر خالی ہاتھ نہ آئے ۔ اگر اور کچھ میسر نہ ہو تو ایک کھیرا یا ککڑی ہی لیتا آئے[1] ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ملک قنبر جب بھی سلطان جی کی خدمت میں آتا تو ایک کدو خانقاہ کے لیے ضرور ساتھ لاتا اور سلطان جی کے لیے بھی کچھ نہ کچھ ضرور ساتھ لاتا ۔ حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ یہ روش لازم نہیں ہے لیکن مستحب ہے ۔[2]

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک بار سلطان جی شہر سے غیاث پور کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص سے مڈبھیڑ ہوئی ۔ وہ ایک خالی خوانچہ سر پر رکھے سلطان جی کی خانقاہ کی طرف جا رہا تھا ۔ حضرت نے اس سے فرمایا کہ درویشوں کے پاس خالی ہاتھ نہیں جاتے ، اگر اور کچھ نہیں تو وہ دو جیتل کے نان خرید کر خوانچہ میں رکھ لے ۔ اسی طرح خالی پیالے میں شربت یا مصری ڈال لینی چاہیے ۔ اگر کوئی شخص پاندان شیخ کی خدمت میں پیش کرنا چاہے تو اس میں پان رکھ لے[3] ۔

حضرت فرماتے ہیں کہ درویشوں کے لیے چھری یا اُسترا نہیں لے جانا چاہیے ۔ اگر کوئی شخص یہ دونوں چیزیں درویش کے لیے لائے تو اُسے چاہیے کہ ایک سوئی بھی ساتھ لائے ۔ اس لیے کہ چھری اور اُسترا کاٹنے کے اوزار ہیں اور سوئی جوڑنے کے کام آتی ہے ۔ اگر کوئی شخص کسی درویش کی خدمت میں صرف چھری پیش کرنا چاہیے تو وہ گوشت کا ایک ٹکڑا بھی ساتھ لائے ۔ اسی طرح سوئی کے ساتھ دھاگا بھی ہونا چاہیے[4] ۔

حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ ایک مسافر شیخ جمال الدین ہانسوی سے ملنے آیا ۔ شیخ اس وقت مسجد میں تھے ۔ وہ انہیں تلاش کرتے

۱۔ کھیرا اور ککڑی ان دنوں بڑے گراں ہیں ۔ اُس زمانے میں یہ کوڑیوں کے بھاؤ فروخت ہوا کرتے تھے ۔

۲۔ احسن الاقوال ، ورق ۱۱ الف ۔

۳۔ ایضاً ، ورق ۱۱ ب

۴۔ ایضاً ، ورق ۱۲ الف ۔

کرتے وہاں پہنچا ۔ شیخ نے نماز سے فارغ ہوتے ہی نفلوں کی ابت باندھ لی ۔ مسافر نے اپنا مصلا لپیٹا اور چلنے لگا ۔ شیخ نے جلدی سے سلام پھیرا اور معذرت چاہی ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مسافر کو زیادہ دیر تک انتظار میں نہیں رکھنا چاہیے ۔ مقیم پر واجب ہے کہ مسافر کو انتظار کی زحمت نہ دے[1] ۔

اگر کوئی شیخ کسی شخص کو کسی کے ہاں بھیجے اور صاحب خانہ اس کے ہاتھ شیخ کے لیے کپڑے ، نقدی یا شیرینی وغیرہ بھیجے تو شیخ انہیں قبول نہ کرے ۔ اُسے چاہیے کہ ان پر فاتحہ پڑھ کر واپس لوٹا دے[2] ۔

حضرت فرماتے ہیں کہ درویش کو باریک کپڑے نہیں پہننے چاہیں ۔ درویش کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ کبھی خلوتی ہوتا ہے اور کبھی جاوتی ۔ اس زمانے میں نیلا لباس زیب تن کرنا یا کسی مجلس میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا ، لوگوں سے سوال کرنے کے مترادف تھا ۔ اس لیے ان دونوں کاموں سے احتراز کرنا چاہیے[3] ۔

حضرت فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے ہاں مسافر آئے تو صاحب خانہ اُسے دو گرم چیزیں فوراً فراہم کرے ۔

۱- ہاتھ منہ دھونے کے لیے گرم پانی ۔ ۲- گرم شوربا ۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ درویشوں کے پاس تین اوقات میں نہیں آنا چاہیے ۔

۱- نماز اشراق سے قبل ۔
۲- دوپہر کو قیلولہ کے وقت ۔
۳- نماز عصر کے بعد[4] ۔

جامع ملفوظات تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ داؤد حسن شیرازی حضرت برہان الدین غریب سے کہنے لگے کہ ان کے پاس لوگ آتے ہیں

۱- احسن الاقوال ، ورق ۱۱ الف ۔
۲- ایضاً ۔
۳- ایضاً ، ورق ۱۴ الف ۔
۴- ایضاً ، ورق ۱۲ الف ۔

تو ان کے اوراد و وظائف فوت ہو جاتے ہیں - ان کی بات سن کر حضرت نے فرمایا :

اذا جاء الاخوان سقطت النوافل

شیرازی نے دوبارہ وہی جملہ دہرایا تو حضرت نے جواب دیا کہ اگر کوئی شخص ملنے آئے تو اس کے سامنے کلمۂ حق کہنا چاہیے اور کلمۂ حق کہنے سے اگر اوراد فوت ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے - اگر کوئی شخص کسی کام کے لیے آئے تو اُسے کام میں لگا دے اور اوراد و وظائف فوت نہ کرے[1] -

حضرت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسافر نماز عصر کے بعد شہر میں داخل ہو تو وہ سیدھا لنگر میں نہ جائے - وہ رات کو کسی دوسری جگہ قیام کرے اور اگلی صبح اشراق کے بعد لنگر میں داخل ہو[2] -

حضرت فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص نئے کپڑے پہنے تو اُسے مبارک باد دینی چاہیے - درویش کا مہمان اگر بیمار ہو جائے تو جب تک وہ صحت یاب نہ ہو جائے ، اسے اپنے ہاں سے جانے نہ دے - ایک بار خواجہ مبارک معروف ، جنھیں حضرت شیخ کامل کہا کرتے تھے ، حضرت کے ہاں آ کر ٹھہرے - چند دن بعد ان کی آنکھ میں تکلیف ہو گئی - انہوں نے حضرت سے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک صحت نہ ہو جائے اس وقت تک اجازت نہیں ملے گی - تکلیف چونکہ ان کے گھر میں شروع ہوئی ہے اس لیے صحت بھی یہیں ہونی چاہیے[3] -

حضرت فرماتے ہیں کہ قبرستان سے سیدھا کسی مریض کی عیادت کو نہ جائے - یہ امر مریض کے حق میں باعث برکت نہیں ہے - اسی طرح کسی کی تعزیت کے بعد شادی کی تقریب میں شرکت کے لیے یا کسی مریض کی عیادت کے لیے نہ جائے - راستے میں اگر کوئی مسجد نظر آئے تو تھوڑی دیر کے لیے وہاں رک جائے یا تھوڑی دیر کے لیے کسی جگہ بیٹھ جائے ، پانی پیئے اور پھر جائے[4] -

---

۱- احسن الاقوال ورق ۱۲ الف

۲- ایضاً ، ورق ۱۳ ب -

۳- ایضاً ، ورق ۱۵ الف -

۴- ایضاً -

قول اول : جس میں آداب مجلس منقول ہیں ، بڑا طویل ہے اور یہ دس ورقوں پر پھیلا ہوا ہے ۔ اسے اس عہد کی مجلسی زندگی کا مرقع سمجھنا چاہیے ۔

قول دوم : "در رعایت آداب مجلس مشائخ برجادہ و اولیای صاحب سجادہ" ۔

اس عنوان کے تحت حضرت برہان الدین غریب فرماتے ہیں کہ جب کسی شیخ کی مجلس میں دستر خوان بچھایا جائے تو خادم کو چاہیے کہ وہ پہلے حاضرین کے ہاتھ دھلائے اور پھر اپنے ہاتھ دھوئے ۔ دستر خوان پر شیخ کے سامنے نمکدان رکھنا چاہیے اور دستر خوان کے کونوں پر زیادہ روٹیاں رکھنی چاہئیں ۔ جب خادم بسم اللہ کہے تب حاضرین کھانا شروع کریں ۔ سب سے پہلے ایک چٹکی نمک کی اپنے منہ میں ڈالیں ، پھر شوربا استعمال کریں ۔ اگر کوئی شخص چمچے سے کھانا تناول کرے تو آداب مجلس کا یہ تقاضا ہے کہ وہ اپنا چمچہ مشترکہ پیالے میں نہ ڈالے تاکہ لوگ کراہیت محسوس نہ کریں ۔ لقمہ ہمیشہ دائیں جبڑے سے چبانا چاہیے اور بائیں جبڑے سے لقمہ چبانے سے احتراز کرنا چاہیے[1] ۔

حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ درویش کی مجلس میں کوئی شخص بائیں طرف کے دانتوں سے لقمہ چبا رہا تھا ۔ درویش نے اس سے پوچھا کہ وہ کس بزرگ کا مرید ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ اس کے بائیں طرف کے دانتوں میں تکلیف ہے اس لیے وہ مجبوراً بائیں جبڑے سے لقمہ چبا رہا ہے[2] ۔

حضرت فرماتے ہیں کہ کسی شخص سے یہ نہیں پوچھنا چاہیے کہ وہ کس کا مرید ہے ، کیونکہ اس سے اس کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہے ۔ ایک بار امیر خسرو سے کسی نے پوچھا کہ وہ کن کے مرید ہیں ؟ انہوں نے کہا کہ ان سے کون سی بے ادبی ہوئی ہے جو وہ ایسا سوال کر رہا ہے[3] ۔

حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ ہر لقمہ منہ میں رکھتے وقت بسم اللہ کہنی چاہیے ۔ جب کھانا ختم ہو جائے تو الحمد للہ کہے ۔

۱۔ احسن الاقوال ، ورق ۱۶ الف ۔
۲۔ ایضاً ۔
۳۔ ایضاً ۔

کھانے کے دوران میں پانی نہ پیا جائے کیونکہ داہنا ہاتھ آلودہ ہوتا ہے اور اس سے گلاس بھی خراب ہو جائے گا اور اس میں کھانے کے ریزے بھی گر جائیں گے - بائیں ہاتھ سے پانی پینا منع ہے - درویشوں کے ہاں یہ رواج ہے کہ وہ دستر خوان پر شوربا پیش کرتے ہیں تاکہ حلق خشک نہ ہو اور پانی پینے کی نوبت نہ آئے - اگر کسی شخص کو ضرورت پڑے تو وہ شوربا ہی لے ، پانی نہ پیے - کھانے کے دوران میں سلام کا جواب نہ دے ، کیونکہ درویشوں کے ہاں کھانا بھی عبادت سمجھا جاتا ہے اور عبادت میں مخل ہونا مناسب نہیں[1] -

ایک بار ایک شخص حضرت برہان الدین کی خدمت میں حاضر ہوا - اس وقت موصوف کھانا تناول فرما رہے تھے - اس نے سلام کیا - حاضرین خاموش رہے - وہ شخص بھی کھانے میں شریک ہو گیا - کھانے سے فراغت کے بعد حضرت نے اس کی تعظیم کی اور فرمایا کہ درویشوں کا یہی طریقہ ہے جو اس نے اختیار کیا تھا[2] -

درویش کے لیے لازم ہے کہ وہ دستر خوان پر ہی روٹی توڑے اور جب تک ایک روٹی ختم نہ ہو جائے ، دوسری روٹی نہ اٹھائے - دستر خوان پر روٹیوں کے ٹکڑے کرنے مناسب نہیں ہیں اور نہ کوئی ٹکڑا باقی چھوڑنا مناسب ہے - دستر خوان سے ٹکڑے اٹھا کر کھانے میں بڑی فضیلت ہے[3] -

ایک بار خواجہ شمس الملک حضرت برہان الدین غریب کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا - اتنے میں ایک بلی کے بولنے کی آواز آئی - شمس الملک نے بلی کی آواز سن کر روٹی کا ایک ٹکڑا اس کے آگے ڈال دیا - شیخ نے کہا کہ تمہیں اس کی اجازت ہے لیکن یہ کام خادم کو کرنا چاہیے تھا - اس کے علاوہ کسی کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ میزبان کی اجازت کے بغیر کسی کو لقمہ دے[4] -

اس زمانے کا یہ دستور تھا کہ خادم اور شیخ کو پھل اور کھانے

۱- احسن الاقوال ، ورق ۱۷ الف -

۲- ایضاً -

۳- ایضاً -

۴- ایضاً ، ورق ۱۷ ب

کا دوگنا حصہ دیا جاتا تھا ، تا کہ اگر کوئی شخص بعد میں آئے تو اُسے بھی دے سکیں ۔

حضرت فرماتے ہیں کہ درویش نے وضو کھانا نہ کھائیں کیونکہ ان کے نزدیک اس سے زیادہ بُری اور کوئی بات نہیں ہے ۔ اگر کسی کے حصے میں کھانے کی کوئی کڑوی چیز آ جائے تو اُسے چاہیے کہ اسے بلا کراہت کھا لے ، کیونکہ وہ اس کے حصے میں آئی ہے ۔ مولانا یوسف چندیری مجلس میں کڑوا کھیرا اس طرح مزے سے کھایا کرتے تھے جیسے حلوہ کھا رہے ہوں[1] ۔

درویشوں کی مجلس میں کوئی شخص کلی کرتے وقت آواز نہ نکالے ورنہ پانی دستر خوان پر گرے گا اور اس سے کراہیت پیدا ہو گی ۔ کھانے کے بعد حاضرین کو خلال مہیا کئے جائیں ، جامع ملفوظات لکھتے ہیں کہ حضرت برہان الدین کے ہاں خلال دینے کی خدمت لطیف الدین کے ذمے تھی[2] ۔

کھانے کے بعد ہاتھ دھلانے کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے خادم اپنے ہاتھ دھوئے اور پھر دوسروں کے ہاتھ دھلائے ۔ حضرت برہان الدین ہاتھ دھوتے وقت دوبار سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے ۔ ایک بار حضرت نصیر الدین محمود کے استفسار پر انہوں نے فرمایا کہ موصوف ایک بار فاتحہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور دوسری بار سلطان جی کی روح کو ایصال ثواب کے لیے پڑھتے ہیں[3] ۔

ہاتھ دھونے کے بعد پان پیش کیا جاتا تھا ۔ پان کھانے کے آداب یہ تھے کہ خالی پان منہ میں رکھے اور پان منہ میں ڈالتے وقت منہ زیادہ نہ کھولے تا کہ دوسروں کی نظر نہ پڑے ۔ پان منہ میں رکھنے کے بعد چھالیہ منہ میں ڈالے اور اس بات کا خیال رکھے کہ ایک دم ساری چھالیہ منہ میں نہ ڈال لے بلکہ ایک ایک ٹکڑا کر کے ڈالے[4] ۔

حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ اگر کسی مجلس میں مخلوق اور

۱۔ احسن الاقوال ورق ۱۷ ب ۔

۲۔ ایضاً ، ورق ۱۹ ب

۳۔ ایضاً ، ورق ۲۰ الف

۴۔ ایضاً ۔

مجمع دو طرح کے لوگ جمع ہوں تو مجمع کو مخلوق پر فضیلت دے جائے[۱] ۔

جامع ملفوظات لکھتے ہیں کہ حضرت برہان الدین کے ہاں نمکدان کو ''ابوالفتح'' اور دستر خوان کو "بساط الرحمت" کہا کرتے تھے ۔ اسی طرح روٹی کو بقیہ بساط الرحمت ، کسرۃ یا فصلہ کا نام دیا گیا تھا[۲]۔

حماد کاشانی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حضرت کے سامنے سلطان جی کی مریدی کا دعویٰ کرتا تو حضرت فرماتے کہ اس پر گواہ لاؤ یعنی سلطان جی کے اخلاق میں سے کوئی چیز پیش کرو ۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اگر ان لوگوں کو خلال دیا جائے تو انہیں خلال کرنے کی بھی تمیز نہیں ہے اور دعویٰ کرتے ہیں سلطان جی کی مریدی کا[۳] ۔ (اس سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ شیخ اپنے مریدوں کی کس انداز سے تربیت کیا کرتے تھے) ۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ مرید کو چاہیے کہ جب وہ پیر کی خدمت میں آئے تو بائیں طرف سے نہ آئے ، سامنے سے آئے اور سلام عرض کرے ۔ وہ جتنی دیر وہاں رہے ، اپنی نظریں نیچی رکھے اور زیادہ باتیں نہ کرے ۔ شیخ جو بات پوچھے صرف اسی کا جواب دے اور واپسی پر شیخ کی طرف پشت نہ کرے[۴] ۔

قول سوم : در حسن عقیدۃ اصحاب اعتقاد

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک روز سلطان جی نے آئینہ دیکھا تو ریش میں ایک سفید بال نظر آیا ۔ اُسے دیکھ کر سلطان جی نے فرمایا ''الحمد للہ میں نے ایک سیاہ بال بابا صاحب کی خدمت میں بھیج دیا ہے''[۵] ۔

ایک روز مولانا فرید الدین ، حضرت کے دستر خوان پر موجود تھے ۔ انہوں نے خوب سیر ہو کھانا کھایا اور کھانے سے فراغت کے بعد کہنے

۱۔ احسن الاقوال ، ورق ۱۸ الف ۔

۲۔ ایضاً ، ورق ۱۹ الف

۳۔ ایضاً ، ورق ۱۹ ب ۔

۴۔ ایضاً ، ورق ۲۰ ب ۔

۵۔ ایضاً ، ورق ۲۲ الف ۔

لگے ''آپ کا کھانا ''محی دل'' ہے اور جنت کا کھانا ''محی نفس'' ہو گا ۔ اس لیے یہ اس سے افضل ہے[1] ۔

جامع ملفوظات حماد بن عماد کاشانی کے بھائی رکن الدین کو سلطان نے دہلی سے دولت آباد جانے کا حکم دیا ۔ وہ ڈاک کے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے ۔ حماد لکھتے ہیں کہ دوران سفر وہ ہر صبح نماز فجر کے بعد دہلی کی طرف رخ کر کے اپنا چہرہ زمین پر ملا کرتے تھے ۔ حماد کاشانی اس پر شاہد ہے کہ جب کبھی خواجہ قطب الدین دبیر سلطان جی کے مزار کی زیارت کے لیے جاتا تو گنبد پر نظر پڑتے ہی اپنا چہرہ زمین پر ملتا ۔ اس نے کبھی غیاث پور (بستی حضرت نظام الدین) کی طرف منہ کر کے نہیں تھوکا تھا ۔[2]

قول چہارم : در آداب آمدن مرید در خدمت پیر و رعایت آداب در وقت تقریر ۔ ایک بار حضرت برہان الدین غریب سلطان جی کی زیارت کے لئے دہلی سے غیاث پور کی طرف روانہ ہوئے ۔ راستے میں ان کا ایک واقف کار انہیں زبردستی اپنے گھر لے گیا اور ناشتہ کرایا ۔ حضرت ناشتے سے فارغ ہو کر غیاث پور کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ بھول گئے ان دنوں دہلی اور غیاث پور کے درمیان رہزن مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے ۔ حضرت کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ ان کے کپڑے ہی نہ اتروا لیں ۔ حضرت اس طرف سے کئی بار گزرے تھے ، اس کے باوجود راہ گم کر بیٹھے اور باوجود کوشش کے انہیں راستہ نہ ملتا تھا ۔ معاً ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ اپنے گھر سے سلطان جی سے ملنے کی نیت کر کے نکلے تھے لیکن راستے میں کسی واقف کار کے ہاں چلے گئے ۔ یہ اسی بدنیتی کا ثمر ہے ۔ انہوں نے فوراً توبہ کی تو انہیں راستہ مل گیا ۔[3]

حضرت فرماتے ہیں کہ جب کبھی خواجہ شمس الدین ، سلطان جی کی زیارت کو جاتے تو دونوں ہاتھ آگے باندھ کر چلتے ۔

۱- احسن الاقوال ، ورق ۲۲ ب ۔
۲- ایضاً ورق ۲۳ ب ۔
۳- ایضاً ورق ۲۵ الف ۔

قول پنجم : در آداب بیعت ـ

حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ بیعت کے دن عقیدت مند روزہ رکھے ، صدقہ دے اور نماز ادا کرے ـ شیخ عقیدت مند کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہے :

عہد کردی باین شکستہ و خواجۂ
این شکستہ و خواجۂ خواجہ این
شکستہ و خواجگان چشت و
تابعین و تبع تابعین و بارسول
رب العلمین و با حاملان عرش و
باحضرت پاک جل و علا چشم نگاہداری
و زبان نگاہداری ، بد کسے را نگوئی
و بد کسے را نہ اندیشی و کسی را
مضرتی نرسانی و گرد مناہی نگردی
و بر جادہ شرع باشی ، ہمبرین جملہ
عہد کردی و ہمبرین شرط باشی[1]

ترجمہ: کیا تو اس شکستہ ، اس شکستہ کے مرشد اور اس شکستہ کے مرشد کے شیخ ، خواجگان چشت ، تابعین ، تبع تابعین ، رسول رب العلمین ، حاملان عرش اور اللہ جل شانہ سے یہ عہد کرتا ہے کہ اپنی نگاہ اور زبان پر قابو رکھے گا ـ کسی کی بدگوئی نہیں کرے گا ، کسی کا برا نہیں سوچے گا ، کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا ، برے کاموں سے اجتناب کرے گا اور جادہ شرع پر قائم رہے گا ـ تو ان سب باتوں کا عہد کرتا ہے اور ان شرائط پر قائم رہے گا ـ

مرید کہے کہ وہ ان سب باتوں پر عمل کرنے کا عہد کرتا ہے ـ

اس کے بعد شیخ قینچی لے کر اس کے سر کے دائیں جانب سے اور پھر بائیں جانب سے تھوڑے سے بال کاٹے اور سر پر ٹوپی پہنا دے ـ ٹوپی پہناتے وقت شیخ کہے :

۱- احسن الاقوال ، ورق ۲۶ الف ، ۲۹ ب ـ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ہذاللباس التقویٰ و لباس العافیہ ۔

مرید اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھ دے اور اس کے بعد دوگانہ ادا کرے ۔ دوگانہ ادا کرنے کے بعد مرید حاضرین مجلس کے ساتھ مصافحہ کرے ۔ بعد ازاں شیخ اسے اس کی قابلیت کے مطابق تلقین کرے ۔[1]

حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ بیعت کے لیے تین چیزیں شرط ہیں :

۱۔ حلق یا قصر ۔ ۲۔ کلاہ ۔ ۳۔ اقرار بیعت ۔

اگر ان میں سے ایک بھی رہ جائے تو بیعت نہ ہوگی ۔[2]

حضرت فرماتے ہیں کہ جس روز سلطان جی نے انہیں بیعت کیا تھا اس روز انہیں حفظ ایمان اور اوابین کی تلقین کی تھی ۔ حضرت نے بیعت ہوتے وقت سلطان جی سے پوچھا کہ وہ حلق کرائیں یا قصر ؟ سلطان جی نے فرمایا کہ ہر بال کی جڑ میں شیطان کا محل ہے ، اس لیے وہ حلق کروائیں بابا فرید الدین مسعودؒ نے سلطان جی کو بھی حلق کا حکم دیا تھا اور اس وقت یہ حدیث پڑھی تھی :

ان الشیطان تحت کل شعرة ۔[3]

حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ جس شخص کے سر پر مقراض چل جائے اس کے لیے بال رکھنے حرام ہیں ۔ ایک مجلس میں خواجہ غوری نے حضرت سے پوچھا کہ کتنے عرصہ بعد حلق کروانا چاہیے ؟ اس پر حضرت نے فرمایا کہ ہفتے میں دو بار ۔[4]

حماد بن عماد کا شانی محرر فرماتے ہیں کہ ان کے والد حضرت برہان الدین سے بیعت ہونا چاہتے تھے لیکن وہ شرف بیعت حاصل کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے ۔ ایک روز حماد نے حضرت سے اس کا ذکر کیا

۱۔ احسن الاقوال ، ورق ۲۶ ب ۔

۲۔ ایضاً ، ورق ۲۶ الف ۔

۳۔ ایضاً ، ورق ۲۷ الف ۔

۴۔ ایضاً ، ورق ۲۷ ب ۔ مخدوم جہانیاںؒ الدرالمنظوم میں فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی کی رضامندی کے بغیر حلق نہ کروائے ۔ (الدرالمنظوم ، مطبوعہ ملتان ۱۳۷۷ھ ، ص ۲۲۱ ۔

تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی نیت چونکہ نیک تھی ، اس لیے وہ مرحوم کو اپنی فرزندی میں قبول کرتے ہیں ۔[۱]

قول ششم : دربیان لباس

قول ششم کے تحت جامع ملفوظات لکھتے ہیں کہ ایک بار لکھنوتی سے کسی عقیدت مند نے سلطان جی کے لیے لباس تیار کروا کے بھیجا تو انہوں نے اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ انہوں نے بابا صاحب کو کبھی ایسے لباس میں نہیں دیکھا ، اس لیے وہ کیوں کر اسے پہن سکتے ہیں ۔ اتفاق سے اسی مجلس میں بابا صاحب کا ایک مرید بھی موجود تھا ۔ اس نے کہا کہ اس نے بابا صاحب کو اس لباس میں دیکھا ہے ۔ سلطان جی نے فرمایا ''پھر میں یہ لباس پہن لیتا ہوں ۔ اب تم ذمہ دار ہو ۔''[۲]

قول ہفتم : دربیان محافظت خلعت و نفائس پیر پر

حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ جب وہ دہلی سے دکن کی طرف روانہ ہوئے تو ان کے ساتھیوں نے چارپائی کو ڈولی میں تبدیل کر کے انہیں اس میں بٹھا لیا ۔ اس کے پاس سلطان جی کا ایک عصا تھا ۔ انہوں نے اس کو ڈولی کے ایک طرف باندھ لیا اور اسے ہی بدرقہ سمجھتے رہے ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ موصوف دوران سفر اسی کی پناہ میں رہے ۔[۳]

حضرت فرماتے ہیں کہ اگر مرید کے پاس اپنے پیر کے جوتے ہوں تو دوران سفر انہیں اپنے سر پر دھر لے اور رات کو سوتے وقت انہیں سینے پر رکھ لے ۔ حضرت نظام الدین نے خواجہ قطب الدین دبیر کو اپنا شب خوابی کا لباس عطا فرمایا تھا ، خواجہ نے اسے سقف میں لٹکا لیا اور رات کو اسی کے نیچے سونے لگا ۔[۴]

۱۔ احسن الاقوال ، ورق ۲۸ الف ۔
۲۔ ایضاً ، ورق ۲۹ ب ۔ اس کپڑے کا نام جھمرتلی لکھا ہے ۔
۳۔ ایضاً ، ورق ۳۲ الف ۔
۴۔ ایضاً ،

قول ہشتم : دربیان معاملہ نفس امارہ و فضائل ناہموارہ

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت بایزید بسطامی قبرستان سے گزرے۔ وہاں ایک عورت ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ موصوف بھی اس کے پاس بیٹھ کر رونے لگے۔ کسی راہ گیر نے ان سے کہا کہ وہ عورت تو اپنے کسی عزیز کی یاد میں رو رہی ہے۔ حضرت کس کو رو رہے ہیں ؟ حضرت نے فرمایا کہ وہ اپنے مردہ دل کو رو رہے ہیں۔[1]

حضرت برہان الدین نے ایک مجلس میں فرمایا کہ مولانا وجیہہ الدین یوسف فرمایا کرتے تھے کہ وہ جب بھی نفس کے کسی عیب کو ختم کرتے ہیں تو دوسرے عیب سر اٹھاتے ہیں۔

قول نہم : دربیان حسن معاملہ

حضرت برہان الدین کے زمانے میں ایک چادر دس گیارہ جیتل میں آ جاتی تھی اور بیچنے والا ایک جیتل نفع کماتا تھا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں لوگ اس سے زیادہ نفع کمانا جائز نہیں سمجھتے تھے۔[2]

قول دہم : دربیان فضیلت محاسن

حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ ایک بچے نے بایزید کو بلایا۔ موصوف اس کی طرف بڑھے۔ اتفاق سے دروازے پر ایک بوڑھا بیٹھا تھا ، اس نے انہیں واپس کر دیا۔ بچے نے کئی بار انہیں بلایا اور موصوف ہر بار اس کے بلانے پر اس کی طرف متوجہ ہوتے لیکن دروازے تک جا کر واپس لوٹ جاتے۔ ایک شخص نے ، جو یہ منظر دیکھ رہا تھا ، ان سے پوچھا کہ انہوں نے یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے ؟ حضرت بایزید نے فرمایا کہ وہ بچے کے بلانے پر اسے خوش کرنے کے لیے اس کی طرف بڑھتے ہیں اور معمر بزرگ کے فرمان کا خیال کر کے واپس لوٹ جاتے ہیں۔[3]

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک روز سلطان جی نماز ادا کر رہے تھے کہ شیطان نے ان کا کان کھجایا۔ حضرت نے اسے مخاطب کر کے کہا "اے جوانمرد بس کر"۔ حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ یہ سلطان

۱۔ احسن الاقوال ، ورق ۳۳ الف۔
۲۔ ایضاً ، ورق ۳۵ الف۔
۳۔ ایضاً ، ورق ۳۶ الف۔

جی کا اخلاق تھا کہ موصوف شیطان کو بھی جوانمرد کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے ۔[1]

قول یاز دہم : دربیان اظہار عقیدت اصفیا و اخبار کرامت اولیا

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک بار سلطان جی نے امیر خسرو کو کیلوکھڑی کے کوتوال کے نام ایک سفارشی خط دیا ۔ امیر وہ خط لے کر کوتوال کے پاس گیے ۔ اتفاق سے اس وقت وہ دریا کے کنارے بیٹھا تھا ۔ اس نے وہ خط پڑھ کر دریا میں پھینک دیا ۔ امیر خسرو نے واپس آ کر سارا واقعہ سلطان جی کے گوش گزار کیا ۔ انہوں نے فرمایا ''او خود را در آب روان کرد'' اگلے روز شیطان (سلطان ؟) نے کوتوال کو قلعے کی دیوار سے اٹھا کر دریا میں پھینک دیا ۔[2]

حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ سلطان علاؤالدین کا فرزند خضر خان سلطان جی کا مرید ہو گیا ۔ ایک روز اس کے ساتھیوں نے مجلس طرب آراستہ کی اور شراب کا ایک جام اس کی طرف بڑھایا ۔ خضر خان اس جام کو لبوں سے لگایا ہی چاہتا تھا کہ اس نے دیکھا کہ سلطان جی انگشت بدندان وہاں کھڑے ہیں ۔ خضر خان نے جام صراحی پر دے مارا اور مجلس سے اٹھ کر چلا گیا ۔ یہ واقعہ بیان کر کے حضرت فرمانے لگے ''خواجگان ما فرندان خودرا در معصیت افتادن نگزارند ۔ اگر در معصیت باشند از جہان نروند تاطاب نشوند'' ۔[3]

جامع ملفوظات رقمطراز ہیں کہ ایک بار کسی شخص نے سلطان جی کی محفل میں بایزید بسطامی کی بزرگی کا ذکر کیا ۔ اس پر سلطان جی نے فرمایا ''ہمارے ہاں بھی بایزید ہے'' ۔ حاضرین نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے ؟ سلطان جی نے فرمایا ''اس وقت وہ جماعت خانہ میں ہے ۔'' ان کا خادم خاص اقبال فوراً جماعت خانہ پہنچا ۔ اتفاق سے اس وقت وہاں کوئی شخص موجود نہ تھا ۔ اتنے میں حضرت برہان الدین وہاں پہنچ گئے ۔ اقبال نے ان سے کہا کہ سلطان جی نے ابھی ان کے بارے میں اس

۱۔ احسن الاقوال ، ورق ۳۶ ب ۔
۲۔ ایضاً ، ورق ۳۷ ب ۔
۳۔ ایضاً ، ورق ۳۹ ب ۔

خیال کا اظہار کیا ہے ۔[1]

قول دواز دہم : در فضیلت صایم و صوم

حماد کاشانی کی روایات ہے کہ حضرت برہان الدین غریبؒ داؤدی روزہ رکھا کرتے تھے ۔ ایک روز حضرت نے فرمایا کہ روزے سے چار چیزیں حاصل ہوتی ہیں ۔ روزے سے خاموشی حاصل ہوتی ہے اور خاموشی سے فکر یار پیدا ہوتا ہے ۔ اسی فکر سے معرفت حاصل ہوتی ہے اور معرفت کے ذریعے ہی یار تک پہنچتے ہیں ۔[2]

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ روزہ دار سحری ضرور کھائے خواہ وہ پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو ۔

قول سیز دہم : در بیان صدق و صفا

حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ جو شخص جھوٹ سے احتراز کرے گا ، وہ جو بات زبان پر لائے گا ویسا ہی ہو گا ۔ اس ضمن میں انہوں نے بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور والئی ملتان کی خط و کتابت کا بھی ذکر کیا ہے ۔[3]

قول چہار دہم : دربیان تاثیر اصحاب نعمت

جامع ملفوظات ، حضرت برہان الدین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک معلم حضرت صدر الدین ملتانیؒ کو پڑھانے پر مامور ہوا ۔ ایک دن استاد و شاگرد کے درمیان کسی مسئلہ پر بحث ہو گئی ۔ دوران بحث حضرت صدرالدین نے فرمایا ''این سخن از بابا (حضرت بہاءالدین زکریاؒ) شنیدہام'' استاد نے کہا کہ اسے اس میں کلام ہے ۔ صدرالدین نے فرمایا ''بابا از شیخ الشیوخ (شہاب الدین عمر سہروردی) شنیدہ است'' ۔ استاد نے پھر کہا ''الکلام فیہ'' ۔ صدرالدین نے اپنے والد بزرگوار سے استاد کی شکایت کی ۔ حضرت زکریا نے فرمایا کہ استاد نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا ہے ، وہ اس سے در گزر کرتے ہیں لیکن شیخ الشیوخ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے ، اسے معاف نہیں کر سکتے ۔ حضرت زکریا نے ایک

۱۔ احسن الاقوال ، ورق ۳۰ الف ۔

۲۔ ایضاً ،

۳۔ ایضاً ، ورق ۱۳ الف ۔

خادم کو بلا کر کہا کہ استاد کا ہاتھ پکڑ کر اسے جماعت خانہ میں لے جائے اور حاضرین کو بتا دے کہ وہ تھپڑ کھانے کے لائق ہے۔ حضرت زکریا کے کہنے کا یہ اثر ہوا کہ اس واقعہ کے بعد وہ معلم جس مجلس میں جاتا وہاں سے تھپڑ کھا کر ہی اٹھتا۔[1]

قول پانز دہم : دربیان احوال باطن اصحاب محبت

حضرت برہان‌الدین فرماتے ہیں کہ ایک بار سلطان جی نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ[2] کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک نوجوان انہیں ملا۔ اس نے کہا کہ اس کے حق میں خدا سے دعا کریں کہ وہ اپنی محبت کا ایک قطرہ اس کے حلق میں ٹپکا دے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ وہ اس کی تاب نہ لا سکے گا۔ نوجوان کے بار بار اصرار پر حضرت عیسیٰ نے اس کے حق میں دعا کی اور اپنی راہ لی۔ جب حضرت کا اس طرف سے دوبارہ گزر ہوا تو انہوں نے اس نوجوان کو دیکھا کہ وہ حیرت کے عالم میں کھڑا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ حضرت عیسیٰ اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اتنے میں جبرئیل آئے اور کہنے لگے ''اے روح اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ہماری محبت کے دریا میں غرق ہے لہذا اسے معذور سمجھنا چاہیے''۔ یہ واقعہ سن کر برہان‌الدین نے عرض کی ''حضرت آپ بھی عیسیٰ دوران ہیں۔ میرے لیے بھی ایسی دعا کیجیے۔'' سلطان جی نے فرمایا!

نیکو چیز خواستی و نیکو وقت خواستی۔[2]

قول شانز دہم : دربیان آداب توکل و صبر و تحمل و فاقہ و فقر

حضرت فرماتے ہیں کہ سلطان جی کی خانقاہ میں ایک مسافر آیا اور چند روز وہاں رہ کر شہر چلا گیا۔ شہر میں اس کے کئی رشتہ دار رہتے تھے لیکن وہ ان میں سے کسی کے ہاں نہ ٹھہرا اور مسجد میں جا کر توکل کی نیت کر کے بیٹھ گیا۔ کئی روز گزر گئے لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ آخر کار وہ بھوک سے نڈھال ہو کر سلطان جی کی خدمت میں آیا اور ان سے سوال کرنے لگا کہ اگر متوکل کو پہلے دن

۱۔ احسن الاقوال، ورق ۴۳ ب۔

۲۔ ایضاً، ورق ۴۵ الف۔

کچھ نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ سلطان جی نے فرمایا ''صبر'' اس نے پوچھا کہ اگر دوسرے روز بھی کچھ نہ ملے تو پھر کیا کرے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا ''صبر'' ۔ مسافر نے کہا کہ اگر تیسرے روز بھی کچھ نہ ملے تو؟ سلطان جی نے فرمایا اس کا توکل نہیں تھا کیونکہ جو شخص خدا پر تکیہ کر کے بیٹھ جاتا ہے ، خدا اسے فراموش نہیں کرتا ۔[۱]

قول بیست و یکم : دربیان فضیلت انفاق و احسان

حضرت فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے سلطان جی سے سوال کیا کہ فقیر صابر اچھا ہے یا غنیٔ شاکر؟ انہوں نے جواب دیا کہ دونوں ہی اچھے ہیں ۔[۲]

حضرت برہان الدین نے اس ضمن میں بایزید بسطامی کی کئی مثالیں دی ہیں ۔ اس کے علاوہ ورد و وظائف پڑھنے اور نفلی نمازیں ادا کرنے کے کئی طریقے بیان کیے ہیں ۔

قول بیست و پنجم : دربیان وضو و نماز و نوافل و اوراد

اس قول کے تحت حضرت برہان الدین نے حفظ ایمان کے لیے دوگانہ پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ نماز مغرب کی سنتوں کے بعد یہ دوگانہ پڑھنا چاہیے ۔ اس کی ترکیب یوں ہے کہ پہلی رکعت میں سات بار سورۂ فاتحہ اور ایک بار قل اعوذ برب الناس پڑھے ۔ سلام پھیرنے کے بعد تین یا سات بار ''یاحیی یا قیوم ثبتنی علی الایمان'' کہے ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ سلطان جی کہا کرتے تھے کہ اس پر عمل کرنے والے کا ایمان سلامت رہے گا ۔[۳]

اس قول کے تحت حضرت برہان الدین نے نماز کوثر ، نماز روشنائی قبر ، نماز برائے روشنیٔ چشم ، صلٰوۃ السعادت ، صلٰوۃ برائے کفایت مہمات ، صلٰوۃ برائے افزودن عقل ، صلٰوۃ الخضر ، صلٰوۃ اشتراق ، صلٰوۃ چاشت ، صلٰوۃ زوال ، صلٰوۃ برائے حصول سعادت دارین ، صلٰوۃ برائے ادائیگی حقوق والدین ، صلٰوۃ برائے حصول ثواب شب قدر اور قبر میں

۱۔ احسن الاقوال ، ورق ۹۰ ب ۔
۲۔ ایضاً ، ورق ۵۳ الف ۔
۳۔ ایضاً ، ورق ۵۹ ب ۔

پہلی رات کو مونس بننے کی نماز پڑھنے کی ترکیبیں بتائی ہیں ۔ اسی طرح انہوں نے مختلف قمری مہینوں میں پڑھنے کے لیے ورد و وظائف بتائے ہیں ۔۱

قول بیست و ششم : در آداب محفل سماع

حضرت برہان الدین سماع بڑے ذوق شوق کے ساتھ سنا کرتے تھے ۔ اس قول کے تحت انہوں نے سماع سننے کے آداب بتائے ہیں ۔ موصوف فرماتے ہیں کہ سماع میں فکر اور گریہ ہونا چاہیے ، ورنہ یہ فتنہ ہے ۔ سماع کے دوران میں سامع با وضو رہے ۔ وہ محفل سماع میں گوش و ہوش کے ساتھ بیٹھے اور پانی پینے یا پان کھانے سے احتراز کرے ۔۲

حضرت فرماتے ہیں کہ بے نیت ہاتھ اٹھانے والا درویش سماع نہ سنے ۔

حضرت نے ایک دن اپنی مجلس میں فرمایا کہ ایک بار سلطان جی کے ہاں سماع جاری تھی اور ان کے مریدوں پر وجد طاری ہو رہا تھا ۔ اسی حالت میں حضرت مطبخ میں تشریف لے گئے ۔ انہیں اس وقت بڑی سخت پیاس لگی ہوئی تھی ۔ مطبخ میں موجود کسی شخص نے شربت کا گلاس پیش کیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مرید تو محفل سماع میں اپنا خون پیئں اور وہ شربت نوش کریں ۔۳

حماد کاشانی اس پر شاہد ہے کہ ایک بار سخت گرمی کے موسم میں حضرت برہان الدین کے ہاں محفل سماع جاری تھی اور لوگوں کو وجد آ رہا تھا ۔ حضرت نے دیکھا کہ محمود ترک ایک حوض کے کنارے کھڑا ہوا کھا رہا ہے ۔ حضرت نے اسے مخاطب کرکے فرمایا "اے بے ذوق درویشان درخونتابہ اند تو باد میخوری ۔"۴

حضرت برہان الدین فرماتے ہیں کہ سماع میں شیخ پہلے کھڑا نہ ہو ۔ اسے چاہیے کہ جب تک حاضرین میں سے کسی کو وجد نہ آئے ، وہ خود پر وجدطاری نہ کرے ۔ ایک روز محفل سماع میں حضرت برہان الدین کی حالت غیر ہو گئی اس کے باوجود انہوں نے آداب محفل کا خیال رکھا

۱- احسن الاقوال ، ورق ۶۰ الف تا ۶۳ ب ۔
۲- ایضاً ، ورق ۷۰ ب ۔
۳- ایضاً ، ورق ۷۱ الف ۔
۴- ایضاً ،

اور اپنے ایک ساتھی خواجہ مبارک معروف سے کہا کہ وہ پہلے اٹھے ۔ جب وہ اٹھا تو حضرت بھی اٹھ کر وجد کرنے لگے ۔[1]

حضرت فرماتے ہیں کہ جب بابا فرید الدین گنج شکرؒ کو حال آتا تو موصوف اپنے ایک مرید محمود سے کہتے ''کیا تو زندہ ہے ؟'' محمود کھڑا ہو جاتا تو پھر بابا صاحب بھی کھڑے ہو جاتے ۔[2] حضرت فرماتے ہیں کہ دوران وجد شیخ کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی دستار نہ کھلنے پائے ۔ اگر ایسا ہو جائے تو وہ فوراً اسے درست کر لے ورنہ شہر پر آفت آ جائے گی ۔ ایک بار دوران وجد سلطان جی کی دستار کھل گئی تو انہوں نے فوراً اسے درست کر لیا ۔ ان کے کسی مخالف نے کہا کہ اگر ان پر حالت طاری تھی تو پھر انہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ ان کی دستار کھل گئی ہے ، اور اگر انہیں معلوم ہو گیا تھا تو پھر حالت کیسی تھی ؟ سلطان جی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ انہیں شہر کی پریشانی پسند نہ تھی ، اس لیے انہوں نے حال چھوڑ کر اپنی دستار سنبھال لی ۔[3]

حضرت فرماتے ہیں کہ سماع کے دوران میں علیک سلیک نہ کی جائے اور شور و شغب سے بھی اجتناب کیا جائے اس لیے سماع کے لیے کوئی دن مقرر کرنا چاہیے ، ورنہ وہ جگہ تباہ ہو جائے گی ۔[4]

حضرت برہان الدین کے ملفوظات میں کل ۲۹ اقوال ہیں ۔ میں نے ان سب کا ذکر نہیں کیا اور بعض اقوال کو غیر اہم سمجھ کر چھوڑ دیا ہے ۔ جو اقوال میں نے چھوڑے ہیں ان میں فضیلت تجرید از خلایق ، فضیلت اصحاب قناعت ، مذمت طمع ، علو ہمت ، لقمہ حرام ، مذلت حرص و شہوت ، فضیلت صدقہ ، وضو و نماز ، قبول فتوحات از مردمان اور کرامات مخدوم شامل ہیں ۔

۱۔ احسن الاقوال ،

۲۔ ایضاً ،

۳۔ ایضاً ، ورق ۲۷ الف ۔

۴۔ ایضاً ، ورق ۲۷ ب ۔

اردو کی ابتدا

حضرت برہان الدین کے ملفوظات میں کھٹ ، ڈولہ ، کچھڑی اور چھجہ جیسے ہندوی الفاظ ملتے ہیں جو روزمرہ کی گفتگو میں شامل تھے - ایک جگہ انھوں نے ایک شعر بھی نقل فرمایا ہے -

ایک علمی انکشاف

حضرت برہان الدین کے ملفوظات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ جامع ملفوظات کے بھائی خواجہ مجدالدین کاشانی نے حضرت برہان الدین کے حالات میں - غرایب الکرامات و عجائب المکاشفات - کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی -[۱]

پنجاب اور دہلی میں امن و امان کی غیر تسلی بخش صورت حال

حضرت کے ملفوظات میں جانور یا سامان گم ہونے کے کئی واقعات ملتے ہیں جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ پنجاب میں امن و امان کی صورت تسلی بخش نہ تھی - پنجاب تو خیر ایک دور افتادہ علاقہ تھا ، خود دارالحکومت دہلی کی یہ حالت تھی کہ شہر اور غیاث پور کے درمیان مسافر لٹ جاتے تھے - حضرت گیسودراز کے ملفوظات اس کے بعد قلمبند ہوئے ہیں - ان میں یہ مرقوم ہے کہ میواتی لوٹ مار کرتے ہوئے دہلی کی فصیل تک آ جاتے تھے اور ان کے خوف سے لوگ نماز عصر کے فوراً بعد شہر میں آ جاتے تھے -[۲] سلطان غیاث الدین بلبن نے میواتیوں کی روک تھام کے لیے جو اقدامات کیے تھے ، اس کے جانشین انہیں برقرار نہ رکھ سکے -

---

۱- احسن الاقوال ، ورق ٧٦ الف -

۲- محمد اکبر حسینی ، جوامع الکلم ، مطبوعہ کانپور ۱۳۵٦ھ ، ص ۲۰۹ — دران ایام میوان می آیند میزنند میبردند - نماز دیگر بالای حوض سلطان کسی نمی باشد ہمہ درون شہر می آیند -